کرنی چاہیے۔ بہرحال ترکیب خواہ اسلامائزیشن کی استعمال کی جائے یا نفاذ اسلام وغیرہ کی اس سے ہمارے نزدیک وہ کوششیں مراد ہیں جو فرد اور مجتمع کو اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں مدد دینے کے لیے حکومتی یا غیر حکومتی سطح پر کی جاتی ہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگ ان کوششوں کو حکومت کی طرف سے محض اسلامی قوانین کی تیاری اور نفاذ تک محدود سمجھتے ہیں لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے۔

اسلامائزیشن کی اس تحدید کے بعد آئیے اب دیکھتے ہیں کہ حکومتی سطح پر اسلامائزیشن کے لیے آج تک کیا ہوا ہے اور اسکے کیا نتائج نکلے ہیں؟ پاکستان بننے کے بعد آٹھ سال ہمارے وہ حکمران سیاستدان جنہوں نے پاکستان بنایا تھا، ملک کے لیے وہ بنیادی ڈھانچہ (آئین) بھی نہ بنا سکے جس میں یہ طے کیا جاتا کہ معاشرے کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے کیا اقدامات کئے جائیں گے آئین کے بننے میں دشواریاں دوسری بھی تھیں لیکن ایک بڑی دشواری یہ تھی کہ حکمران ایسا آئین بنانا چاہتے تھے جو اپنے کردار میں اسلامی نہ ہو اور دینی عناصر یہ چاہتے تھے کہ آئین ایسا بنے جو اسلامی کردار کا حامل ہو اس کشمکش کی تفصیل دیکھنی ہو تو بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کے قیام، علماء کے متفقہ ۲۲ نکات بنیادی اصولوں کی پہلی اور دوسری کمیٹی کی رپورٹوں، قرارداد مقاصد کی منظوری، دینی عناصر کی اسلامی آئین کے لیے تگ و دو۔ خواجہ ناظم الدین حکومت کی برطرفی وغیرہ جیسے معاملات پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ ۱۹۵۶ء کا آئین بلکہ بعد میں جتنے آئین بنے ان کی کہانی آپ پڑھیں تو بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ سب COMPROMISE DOCUMENTS تھے، ان میں جتنی بھی اسلامی دفعات تھیں وہ محض بامر مجبوری، دینی عناصر کے دباؤ کے نتیجے میں رکھی گئی تھیں، ورنہ کوئی حکمران نہ اسلام چاہتا تھا اور نہ اسلامی قوانین کا نفاذ۔ بہرحال ۱۹۵۶ء کے آئین میں جو اسلامی شقیں رکھی گئیں (اور اکثر و بیشتر وہی بعد کے آئینوں میں دے دی گئیں) وہ محض یہ تھیں کہ پاکستان میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اسلام مملکت کا سرکاری مذہب ہوگا، لوگوں کو دینی تعلیمات پر عمل درآمد میں مدد دینے کے لیے اقدامات کیے جائیں گے، قوانین اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ لیکن یہ باتیں محض سجاوٹ (DECORATIVE) کی تھیں کیونکہ یہ یا تو آئین کے دیباچے میں لکھی گئی تھیں یا پالیسی کے اصولوں میں آئین کا اس طرح متن نہ تھیں کہ ان پر عمل درآمد ضروری اور ناگزیر

ہوتا۔ ۱۹۵۶ء کا آئین صرف دو اداروں کا ذکر کرتا ہے جو بعد میں اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ اسلامی تحقیقات کی صورت میں سامنے آئے اور ہر آئین میں انہی کا ذکر کیا جاتا رہا۔ ایک کا کردار محض مشاورتی تھا اور دوسرا فقط علمی و تحقیقی ادارہ تھا اور اسے کبھی اس کے شایانِ شان کام نہیں کرنے دیا گیا۔ ان حالات میں ۱۹۷۷ء تک نہ تو کوئی خاص اسلامی قانون سازی ہوئی اور نہ کسی آئین کی صورت (اسلامی نقطہ نظر سے) بہتر ہوئی تاآنکہ ۱۹۷۷ء میں جنرل محمد ضیاء الحق نے عنانِ اقتدار سنبھالا اور اپنے گیارہ سالہ دور میں اسلامائیزیشن کے لیے کئی اقدامات کیے۔ یہاں ہمیں نہ تو جنرل ضیاء الحق کے سیاسی کردار سے کوئی بحث ہے اور نہ ہم ان کے اقدامات کے محرکات کا تجزیہ کریں گے کہ وہ خلوص دل سے اسلامائیزیشن کے حامی تھے یا محض اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے انہوں نے اسلام کا نعرہ لگائے رکھا۔ البتہ یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ انہوں نے فی الواقع اسلامائیزیشن کے لیے کئی اقدامات کیے۔ ان اقدامات کی تفصیل دینے کی بجائے ہم محض ان کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔

۱۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو فعال کیا، اسے وافر بجٹ، کل وقتی محققین اور ایک فاضل و متحرک سربراہ (ڈاکٹر تنزیل الرحمن صاحب) دیا جس نے اس عرصے میں ۱۷ مسودہ ہائے قوانین تیار کیے، پاکستان کوڈ کی پہلی آٹھ جلدوں میں ۲۲۷ قوانین اور بقیہ جلدوں کے شخصی اور مالیاتی قوانین پر نظر ثانی کا کام کیا جو ۱۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی اور سابقہ کام کے ساتھ اسکے موازنے کے لیے دیکھئے: ضمیمہ ۱۔

۲۔ جنرل ضیاء الحق نے آئین میں ترمیم کر کے پہلے ہائی کورٹوں میں شریعت بنچ قائم کیے اور بعد میں انہیں وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے شریعت اپیل بنچ کی صورت دے دی۔ اس عدالت کے قیام کا فیصلہ انتہائی دوررس اثرات کا حامل تھا اس عدالت نے نہ صرف اسلامی قوانین پر نظر ثانی کا کام کیا (پاکستان کوڈ کی جلد ۹ سے ۲۰ تک سب قوانین پر نظر ثانی کی تفصیلات کے لیے دیکھئے ضمیمہ : ۲) بلکہ وہ شریعت پٹیشنز اور کریمنل اپیلیں بھی نمٹاتی ہے۔ اس نے بے شمار اہم قوانین کو غیر اسلامی قرار دے کر ان کو تبدیل کروایا ہے۔ عدالت کا طریق کار منفرد، عام عدالتوں سے الگ اور اسلامی طریقے کے عین مطابق ہے اس میں ایسے جج بھی ہوتے ہیں جو اسلامی علوم کے ماہر ہوتے ہیں

۳۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ترامیم کرتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے قرارداد مقاصد کو جو ہمیشہ سابقہ

دساتیر میں دیباچے کے طور پر شامل رہی تھی، آئین کا باقاعدہ قابل عمل حصہ بنا دیا وفاقی شرعی عدالت کے قیام کے لیے دستور میں تبدیلی کی۔ علاوہ ازیں انہوں نے حدود کے قوانین زکوٰۃ و عشر آرڈی ننس احترام رمضان آرڈی ننس جاری کیا، جو مجلس شوریٰ انہوں نے قائم کی تھی اس نے قاضی کورٹس، قانون حق شفعہ، قانون قصاص و دیت اور قانون شہادت کے مسودہ کو منظور کیا اور آخری عمر میں جنرل ضیاء نے شریعت آرڈی ننس پاس کروایا۔

۴۔ جنرل ضیاء الحق نے اسلامی یونیورسٹی قائم کی، ادارہ تحقیقات اسلامی اور وزارت مذہبی امور کو فعّال کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی نقطۂ نظر سے قانون سازی کے لیے لاء کمیشن، مجلس شوریٰ اور انصاری کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۵۔ جنرل ضیاء الحق نے ملک میں نظام صلوٰۃ جاری کیا، قومی لباس کو رواج دیا، تعلیمی نصاب کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے اور ریڈیو اور ٹی وی سے غیر اسلامی پروگراموں کو ختم کرنے کی کوشش کی، علماء و مشائخ کنونشن باقاعدگی سے منعقد کئے، سالانہ سیرت کانفرنسوں کا انعقاد شروع کیا وغیرہ وغیرہ۔

سوال یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کے ان اقدامات کے کیا مثبت نتائج نکلے؟ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جنرل ضیاء ہمارے ہاں ایک بڑی متنازع شخصیت ہیں۔ سیاسی حمایت و مخالفت کے علاوہ یہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو دینی لحاظ سے بھی انہیں منافق اور اسلام دشمن سمجھتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جو انہیں ولی اللہ شہید سچا خادم اسلام اور شہید اسلام سمجھتے ہیں۔ اس افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اگر ہم غیر جانبداری اور معروضیت سے سوچیں اور انہیں حسن نیت اور ذاتی اچھے کردار کا الاؤنس بھی دیں تو بھی ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اسلامائیزیشن کے سلسلے میں ان کے قابل قدر اقدامات کے باوجود ان کی اسلامائیزیشن کے مثبت اثرات ہمارے معاشرے پر نمایاں نظر نہیں آتے اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں، چند اہم وجوہ کی طرف ہم بھی اشارہ کریں گے۔

۱۔ جنرل ضیاء الحق عوام کو اپنے اسلامائیزیشن کے پروگرام کے حق میں فعّال طریقے سے متحرک کرنے میں ناکام رہے اس کی وجوہ کئی ہیں۔ اُن کا تعلق فوج سے تھا وہ عوامی مینڈیٹ لے کر نہیں آئے تھے نہ انہوں نے سیاسی جماعت بنانے، یا کسی سیاسی جماعت کو اپنانے یا عوام سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ ایک ریفرینڈم انہوں نے اس غرض کے لیے ضرور کروایا لیکن وہ اتنا

مصنوعی تھا کہ وہ اپنا وزن منوا نہ سکا۔

۲۔ انہیں فعال اور مؤثر دینی عناصر کی حمایت بھی حاصل نہ تھی، اس کی وجہ خواہ سیاسی ہوں یا دوسری بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس ملک میں دینی حوالے سے کوئی کام اس وقت تک معتبر نہیں گردانا جاسکتا اور نہ مؤثر ہوسکتا ہے۔ جب تک کہ ملک کے دینی عناصر اس کے پشتیبان نہ ہوں۔

۳۔ ہمارے ملک کی بیوروکریسی (خواہ سول ہو یا فوجی، حاضر ڈیوٹی ہو یا ریٹائرڈ اس) کا مزاج اور اس کی تربیت بنیادی طور پر سیکولر ہے، اس کی قلب ماہیت کئے بغیر اور اس کے فعّال تعاون کے بغیر ملک میں کوئی بھی دینی پروگرام نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ جنرل ضیاء الحق نے کئی دفعہ اس امر کا اظہار کیا کہ انہیں بیوروکریسی کی طرف سے مخالفت کا سامنا تھا۔

۴۔ اسلامائیزیشن کے لیے جو ادارے جنرل ضیاء نے قائم کئے وہ فعال طریقے سے کام نہ کرسکے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا کردار مشاورتی ہے، اسے اپنی رپورٹیں شائع کرنے تک کا اختیار نہ تھا، اس کی فائلیں مختلف وزارتوں کی درازوں میں پڑی رہتیں۔ فیڈرل شریعت کورٹ بنائی گئی لیکن اس کا دائرۂ کار محدود رکھا گیا اور آئین، مالی امور، عدالتی پروسیجر اور شخصی قوانین کو ان کی حد سے باہر رکھا گیا۔ اسلامی یونیورسٹی بنائی گئی لیکن اس کے فارغ التحصیل نوجوانوں کی کھپت کے لیے کوئی راستہ نہ نکالا گیا، لاء کمیشن بنایا گیا لیکن اس کے فعال اسلامی کردار کے انتظامات نہ کیے گئے۔ زکوٰۃ وغیرہ اور نماز کا نظام جاری کیا گیا لیکن ایسی فعال، قابلِ اعتماد اور متحرک مشینری وضع نہ کی جاسکی جو احسن اور مؤثر طریقے سے انہیں نافذ کرتی۔

۵۔ اسلامائیزیشن کا کام سست روی کا شکار رہا، نہ اس کے لیے بروقت قانون سازی ہوسکی اور نہ آئینی ترامیم۔ مجلس شوریٰ کے وقت حق شفعہ، قصاص و دیت، اور قانون شہادت وغیرہ کے مسودہ جات، نظریاتی کونسل وزارت مذہبی امور، وزارتِ قانون، مجلس شوریٰ اور اس کی کمیٹیوں اور لاء کمیشن وغیرہ کے درمیان برسوں سفر کرتے رہتے اور جب رو پیٹ کر پاس ہوئے تو بھی قصرِ صدارت میں جاکر پھنس گئے۔ صدر ضیاء کی ایک مجبوری یہ تھی کہ وہ خود عالم دین نہ تھے جب کوئی مسئلہ اس مقام پر آکر پھنس جاتا کہ وہ اسلامی ہے یا نہیں تو وہ فیصلہ نہ کرپاتے کہ کیا کریں نتیجتاً تاخیر ہوتی کیونکہ ملک میں کوئی ایسا ادارہ موجود نہ تھا جو یہ فیصلہ کرتا کہ کون سی چیز اسلام کے مطابق ہے اور کون سی خلاف

اور نہ انہوں نے کوئی ایسا ادارہ بنانے کی کوشش کی ۔

۶ ۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جنرل ضیاء کی اسلامائیزیشن کی ترجیحات مناسب نہ تھیں ۔ انہوں نے کام کا آغاز حدود کے نفاذ سے کیا اور لوگوں کو بجا طور پر یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ یہ سیاسی مخالفین کو کوڑے مارنے کا ایک بہانہ ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اسلامائیزیشن کے عمل کی ترجیحات اس طرح طے کرنی چاہئیں کہ لوگوں کی مشکلات عملاً کم ہوں غریب، مظلوم اور مفلس و محروم لوگوں کے دکھ کم ہوں، ایسے اسلامی اقدامات کئے جائیں جن کے نتیجے میں معاشی خوشحالی ہو، مہنگائی کم ہو، معاشرتی امن و سکون ہو اور لوگ اسلام کی برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ اور اس کے خوشگوار اثرات کو واضح طور پر محسوس کریں ۔ اور اس کو خوش آمدید کہیں ۔ اس غرض کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عوام کی دینی اور فکری تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ اسلامی زندگی کی اہمیت و ضرورت کو سمجھ سکیں یہ سب کچھ کئے بغیر اور ضروری تعلیم و تربیت کا اہتمام کئے بغیر اگر اسلامائیزیشن کا آغاز کوڑے مارنے اور ہاتھ کاٹنے سے کیا جائے تو ظاہر ہے اسے صحیح حکمت عملی نہیں کہا جا سکتا ۔

۷ ۔ اسلامائیزیشن کے عمل کے مؤثر نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کام کے لیے احتساب کے کسی فعال نظام کا انتظام نہ کیا گیا تھا ۔ اس میں شک نہیں کہ جنرل ضیاء علماء اور مشائخ کانفرنسیں باقاعدگی سے کرتے رہے جس میں اسلامائیزیشن سے متعلق کارکردگی بھی زیر بحث آجاتی تھی لیکن اس سے منظم احتساب کی کمی پوری نہ ہو سکی ۔ ضرورت اس چیز کی تھی کہ اس غرض کے لیے ایک نگران وزارت بنا دی جاتی جو سارے کام کو مربوط و منظم کرتی یا کوئی دوسرا ادارہ ایسا ہوتا جو مختلف اداروں سے رپورٹیں لیتا، ان کی نگرانی کرتا، ان کے مسائل و مشکلات کو حل کرتا اور اس طرح کام کی رفتار بڑھتی ۔ جنرل ضیاء کو ایسی تجاویز کئی دفعہ پیش کی گئیں لیکن وہ اس پر عمل درآمد نہ کر سکے ۔

۸ ۔ اسلامائیزیشن کے عمل کے بے نتیجہ ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ جنرل ضیاء بظاہر اپنی مجبوریوں کی بنا پر (جنہیں بعض لوگ مجبوریاں ماننے پر تیار نہیں) شریعت کو مارشل لاء اور ملکی قوانین پر بالادستی نہ دلوا سکے اور ظاہر ہے کہ باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے ۔ جنرل ضیاء کی سیاسی اور انتظامی طاقت کا منبع فوج تھی لہذا مارشل لاء کو جاری رکھنا (اور سول لاء اور شریعت پر اس کو بالادست رکھنا) ان کی مجبوری تھی ورنہ وہ جس وقت بھی شریعت کو بالادست کرتے، ان کی حیثیت کو عدالت میں

پہ چیلنج کر دیا جاتا اور ان کا مستقبل مخدوش ہو جاتا اس لحاظ سے وہ مجبور تھے کہ جب تک وہ برسرِ اقتدار رہنا چاہتے تو مارشل لاء کو جاری رکھتے اور جب وہ سیاسی طور پر مجبور ہوئے کہ آئین کو بحال کریں اور مارشل لاء اٹھائیں تو بھی وہ اپنی گردن بچانے کے لیے اسمبلی کے ساتھ جوڑ توڑ کر کے اتنا ہی کر سکے کہ آئین کی اسلامی شقوں کو کچھ بہتر کر سکیں جب کہ ان سے پہلے حکمران اتنا بھی نہیں کر سکے تھے۔

۹۔ ایک جہت سے دیکھا جائے تو ملک میں سیاسی عدمِ استحکام کو بھی اس صورتِ حال کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے، جنرل ضیاء کے دور میں ان کی ذات میں ارتکازِ اختیارات کے باوجود، یہ ایک حقیقت ہے کہ ملک سیاسی اور انتظامی طور پر عدمِ استحکام کا شکار رہا، امن و امان کی حالت اچھی نہ تھی، سرحدیں بھی غیر محفوظ تھیں پاکستان افغانستان میں ملوث ہونے کی وجہ سے ایک سپر پاور کے زیرِ عتاب تھا، سیاسی گروپ ان کی دشمنی میں کچھ بھی کرنے کو تیار تھے، بیوروکریسی ان سے ناخوش تھی، عوام ان کے ساتھ نہ تھے اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جنرل ضیاء کو چومکھی جنگ لڑنا پڑی اور ان کے حمایتیوں کے اس بیان میں وزن محسوس ہوتا ہے کہ ان حالات کے باوجود انہوں نے اسلام کے لیے جو کچھ کیا وہ غنیمت ہی نہیں حیرت انگیز بھی تھا۔

مختصراً یہ وہ اہم اسباب ہیں جن کی وجہ سے جنرل ضیاء الحق کا اسلامائزیشن کا کام بہت مؤثر ثابت نہ ہوا، معاشرے پر اس کے مثبت اثرات نمایاں نہ ہوئے اور لوگ اسلامی نظام کے نفاذ کی برکات سے متمتع نہ ہو سکے لیکن دیانت داری کا تقاضا ہے کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ جو کچھ جنرل ضیاء نے کیا، ان کے پیش رو اتنا بھی نہ کر سکے اور نہ آج تک ان کے بعد آنے والے کر سکے ہیں اور نہ مستقبل قریب میں اس کا امکان نظر آتا ہے کہ کوئی کرے گا۔ جنرل ضیاء نے سیاسی لوگوں کو اقتدار منتقل کیا، مسلم لیگیوں کی حکومت بنی لیکن اسلامائزیشن کے لیے ان کا رول منفی ہی رہا، پھر ضیاء قتل کر دیے گئے، عارضی حکومت بنی انتخابات ہوئے، پیپلز پارٹی کی حکومت بنی جو کبھی اسلامائزیشن کے حق میں نہ تھی بلکہ اس کے دین دشمن اقدامات نے عوام کو مشتعل ہی کیا اس کی سیاسی اور انتظامی جارحیت اور اسلام دشمنی نے اسلامی جمہوری اتحاد کو جنم دیا، اس کی حکومت بھی بن چکی ہے لیکن اس میں بھی مسلم لیگی ذہن ہی غالب ہے اور اسلامائزیشن کے لیے کسی بڑے اقدام کی توقع اس سے نہیں کی جا سکتی۔ جیسا کہ ماضی میں ہوتا رہا ہے اسلامی عناصر سیاسی دباؤ کے ذریعے کچھ تھوڑا

بہت سنوالیں تو ان کی قسمت لیکن اسلامائیزیشن کے حق میں کسی بڑی اور فعال تبدیلی کے آثار مستقبل قریب میں کہیں نظر نہیں آتے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے ایسے غیر معمولی حالات پیدا فرما دیں جو موجودہ صورت حال کو بدل کر رکھ دیں۔

پاکستان جو اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا اس کی عمر عزیز نصف صدی ہونے کو ہے اس عرصے میں اس کے حکمرانوں نے نفاذ اسلام کے لیے جو کوششیں کی ہیں اس کے بہت مختصر جائزے سے جو ہم نے سطور بالا میں لیا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلامائیزیشن کا بھاری پتھر ان سے نہیں اٹھ سکتا اس لیے کہ نہ یہ اس پتھر کو اٹھانے کے لیے تیار ہیں، نہ اس کی خواہش رکھتے ہیں اور نہ اس کے لیے تیاری کرنے پر آمادہ ہیں۔ پاکستان میں حکمران ٹولہ ہمیشہ سے تین طرح کے طبقات پر مشتمل رہا ہے۔ جاگیردار، سرمایہ دار، سول اور ملٹری بیوروکریٹ (اور ان تینوں طبقوں سے چھن کر اوپر آئے ہوئے سیاستدان) یہ لوگ اپنی تعلیم، تربیت، خاندان اور ملازمت کے پس منظر کے لحاظ سے سیکولر ذہن کے مالک ہیں وہ نفاذ اسلام چاہتے نہیں وہ کوئی ایسی تبدیلی نہیں چاہتے جس سے ان کے مفادات پر زد پڑتی ہو کجا کہ اسلامی تبدیلی۔ پھر سپر پاور بھی اسلام دشمن ہیں وہ ایسی کسی مسلم حکومت کو برداشت کرنے کو تیار نہیں جو اسلامائیزیشن کی حامی ہو۔ آج اسلامائیزیشن کا امکان صرف ایسی مسلم ریاست میں ہو سکتا ہے جہاں کے حکمران اس کام کے لیے دل و جان سے خواہاں ہوں اور عوام کی بھرپور حمایت بھی انہیں حاصل ہو تاکہ وہ اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے پر تیار ہوں۔ اس کے بغیر یہ کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں جب تک موجودہ طرز کا سرمایہ دارانہ جاگیردارانہ اور بیوروکریسی پر مشتمل حکمرانی ڈھانچہ تبدیل نہیں ہوتا، اور ان کروڑوں پاکستانی عوام کی صحیح نمائندگی کے حامل ایسے افراد برسر اقتدار نہیں آتے جو اسلام کے لیے ہر قسم کی قربانی دے سکتے ہوں، موجودہ صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی اور ایسا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ملک میں کوئی ایسی اسلامی طاقت ہو جو سیاسی طور پر عوام کو اپنے حق میں متحرک کر سکے اور موجودہ طبقوں کو کمزور کر سکے۔ سوئے اتفاق سے ایسی کوئی طاقت ملک میں اس وقت موجود نہیں۔ اس وقت ملک میں جو دینی سیاسی جماعتیں موجود ہیں وہ محض شکست خوردہ دینی گروپ ہیں اور وہ بھی زیادہ تر فرقہ وارانہ مفادات کے حامل یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

اپنے فرقے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک سیاسی گروپ بنایا ہوا ہے، پھر ایک فرقے کے اندر کئی کئی گروپ ہیں، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں متحد نہیں ہو سکتے خواہ کوئی دشمن دین ہی کیوں نہ حکمران بن جائے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ سیاست اور اقتدار تو ایک طرف رہا یہ تو نفاذ اسلام پر بھی متفق نہیں ہیں، کوئی گروپ شریعت آرڈیننس کی حمایت کرتا ہے تو دوسرا اس کے خلاف سڑکوں پر جلوس نکالتا ہے کوئی گروپ اسے دین و ایمان کا مسئلہ سمجھتا ہے تو کوئی اسے محض سیاسی عیاری گردانتا ہے۔ ان لوگوں کی سیاسی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں اور ان میں سے اکثر دوسری سیاسی جماعتوں کے سہارے زندہ ہیں۔ ان حالات میں حکومت کی سطح پر دینی عناصر کی طرف سے کسی ایسی پیش رفت کی توقع نہیں کی جا سکتی جس سے پاکستان میں اسلامائیزیشن کے عمل کو تقویت مل سکے۔

ہم نے اس مضمون کے شروع میں عرض کیا تھا کہ اسلامائیزیشن کے عمل کو محض حکومتی کوششوں تک محدود نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس لحاظ سے غیر حکومتی کوششوں پر بھی ایک نظر ڈالی جانی چاہیے۔ اسلامائیزیشن کے نقطۂ نظر سے غیر حکومتی سطح پر سب سے بڑا عنصر 'دینی عناصر' کا ہے۔ دینی عناصر سے ہماری مراد دینی اور اصلاحی جماعتیں، دینی سیاسی جماعتیں، دینی مدارس اور جامعات اور دین کے لیے کام کرنے والی ہزاروں چھوٹی بڑی انجمنیں اور ادارے ہیں جو کہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان عناصر کو ہم آسانی سے دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک گروہ میں وہ دینی جماعتیں اور ایسے افراد ہیں جو عموماً دین کے اجتماعی پہلو سے صرف نظر کرتے ہیں جو اپنی دینی سرگرمیوں کو زیادہ تر محض فرد کی اصلاح اور تبلیغ و تعلیم تک محدود رکھتے ہیں انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ معاشرہ کدھر جا رہا ہے اور ملک میں اجتماعی ماحول اسلام کے مطابق کیسے اور کیوں کر بنے گا بلکہ خود ملک بھی رہے گا یا نہیں؟ انہیں اپنی تبلیغ اور مدرسہ چلانا ہے، مشرقی پاکستان نہ سہی بنگلہ دیش سہی۔ دوسری طرف وہ دینی عناصر ہیں جو دین کو وسیع تر تناظر میں دیکھتے اور سمجھتے ہیں، سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ بدقسمتی سے اس عنصر نے اپنی ساری طاقت سیاست پر لگا رکھی ہے اور سیاست میں بھی ایسی حکمت عملی اپنانے میں وہ ناکام رہے ہیں جو انہیں کامیابی کی دہلیز تک لے جاتی، وہ نہ صرف آپس میں اتحاد کرنے میں ناکام رہے ہیں بلکہ عوام کو اپنے حق میں متحرک کرنے میں بھی ناکام رہے ہیں اور ہر انتخاب میں ناکامی انہیں مزید اور کمزور کر دیتی ہے۔ ان کی اکثریت اب دوسری سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کر کے

اپنی ساکھ بچانے کی فکر میں ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ یہ دینی سیاسی عناصر آپس میں متحد ہو جاتے اور تقسیم کار کے اصول کے مطابق اپنی قوت کا محض ایک حصہ سیاسی کاموں میں لگاتے اور اپنی بڑی قوت کو دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے کاموں میں کھپاتے، اس سے نہ صرف انہیں مسلم عوام کی تربیت کا موقع ملتا بلکہ جو لوگ ان سے الگ عوام کی دینی تربیت اور ان کی ذاتی اصلاح کے لیے کوشاں تھے انکی کوششوں کے ثمرات کو سمیٹنے کا بھی موقع مل جاتا اور اس طرح معاشرے میں دینی ماحول، دینی بیداری اور دینی تعلیمات پر عمل کی ایک ایسی فضا میسر آجاتی جو نہ صرف اجتماعی سطح پر نفاذ اسلام میں ممد ہوتی بلکہ اس کے بغیر بھی معاشرے کو امن و سکون اور راحت عزت کے رستے پر ڈال دیتی لیکن افسوس کہ دینی سیاسی عناصر کے ایک بہت بڑے حصے نے اور تقریباً سارے ہی مکتبہ ہائے فکر کے اہم لوگوں نے سیاسی جدوجہد کو اپنی تگ و تاز کا مرکز بنا لیا اور دوسری دینی سرگرمیوں پر ان کی توجہ نہ ہی اس توقع میں کہ اگر انہیں سیاسی کامیابی مل گئی تو فرد اور معاشرے کو اسلام پر عمل پیرا کرنے میں ان کو نہایت آسان ہو جائے گی لیکن سیاسی ناکامیوں نے اور دعوت و تعلیم اور تربیت و اصلاح کا کام نہ کرنے نے انہیں کہیں کا نہیں چھوڑا، اب بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ اس ملک کے فہیم دینی عناصر اس صورت حال کا ٹھنڈے دل و دماغ سے جائزہ لیں اپنا بے لاگ احتساب کریں ماضی کی کمزوریوں کو محسوس کر کے غلط پالیسیوں سے اپنی جان چھڑالیں اور مستقبل کی صحیح پلاننگ کر کے رخت سفر باندھیں اور اللہ کی نصرت کے طلب گار رہیں تو بعید نہیں کہ یہ خطہ جو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا عملاً بھی اسلام کا گہوارہ بن جائے اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا حدی خوان بن کر اٹھے۔

ہماری رائے میں اسلامائیزیشن کے اس عمل کو روبہ عمل لانے اور اسے نتیجہ خیز بنانے اور فرد و مجتمع کی کامیاب اصلاح (انقلاب امامت سمیت) کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دینی عناصر متحد ہو کر اپنی طاقت کا بڑا حصہ اس ملک کے افراد کی تعمیر شخصیت (انسان سازی) دعوت و تبلیغ، تعلیم و تربیت اصلاح معاشرہ اور لوگوں کو نفع رسانی کے کاموں میں لگائیں اور اپنی طاقت کا ایک حصہ سیاسی جہت پر لگائیں جو سیاسی میدان میں سیاسی عمل اور سیاسی تحریک کے ذریعے (مذہبی اور دینی تحریک کے ذریعے نہیں) پاکستان کے ان مسلمانوں کو اپنے حق میں کامیابی سے متحرک کرے جو اسلام کے ساتھ شدید جذباتی لگاؤ رکھتے ہیں اور اس طرح وہ ان اثرات کو بھی سمیٹ سکے جو اسلام کے حق میں معاشرے میں موجود ہیں، اسکے بغیر ہماری رائے میں، پاکستان میں اسلامائیزیشن کے عمل کی کامیابی کی کوئی صورت نہیں اور نہ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ پس منظر کے حامل سیکولر اور نیشلسٹ حکمرانوں سے اس عمل کے لیے اخلاص اور محنت سے کام کرنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

لائبریری

ضمیمہ نمبر ۱

اسلامی نظریاتی کونسل کی کارکردگی

	۱۹۵۷-۷۷ء (۲۰ سال)	۱۹۷۷-۸۴ء (۷ سال)
۱ ۔ کل سیشن ۔	۴۰	۵۳
۲ ۔ جتنے دن کام ہوا ۔	۱۳۶	۳۸۸
۳ ۔ قوانین جن پر نظرثانی ہوئی ۔	۱۱۳	۳۲۹
۴ ۔ خصوصی رپورٹیں ۔	۰	۸
۵ ۔ قوانین کی اسلامائیزیشن سے متعلق رپورٹیں ۔	۰	۱۵
۶ ۔ نئے مسودہ جات جو تیار کیے گئے ۔	۰	۱۷
۷ ۔ استفسارات جن کے جوابات دیے گئے ۔	۱۹	۱۳۵
۸ ۔ محققین (ارکان) کی تعداد ۔	۸-۱۵	۲۰
۹ ۔ کل وقتی محققین ۔	۰	۵
۱۰ ۔ وہ قوانین جو کونسل نے مرتب کیے اور حکومت نے نافذ کر دیے ۔	۴	۶

ضمیمہ نمبر ۲

وفاقی شرعی عدالت

صوبائی قوانین پر نظرثانی کی تفاصیل

صوبے کا نام	صوبائی قوانین جن پر نظرثانی کی گئی۔	وہ قوانین جو غیر اسلامی نہیں پائے گئے	وہ قوانین جو غیر اسلامی پائے گئے	تبدیل کرنے کیلئے حکومت کو دی گئی آخری تاریخ
پنجاب۔	۳۱۱	۲۴۳	۶۸	۳۰ - ۹ - ۱۹۸۴ء
سندھ	۲۰۷	۱۵۴	۵۳	۳۰ - ۱۱ - ۱۹۸۴ء
این۔ڈبلیو۔ ایف۔پی	۳۰۳	۲۵۱	۵۲	۳۰ - ۱۱ - ۱۹۸۴ء
بلوچستان	۱۷۸	۱۳۹	۳۹	۳۰ - ۱۱ - ۱۹۸۴ء
کل	۹۹۹	۷۸۷	۲۱۲	

وفاقی قوانین پر نظرثانی کی تفاصیل

قوانین جن پر نظرثانی کی گئی ـــــــــــــــــــــــ ۵۰۶

قوانین جن میں کوئی غیر اسلامی شق نہیں پائی گئی ـــــــــــــــــــــــ ۴۵۷

قوانین جو غیر اسلامی پائے گئے ـــــــــــــــــــــــ ۴۹